تاریخ طبری کے مآخذ

نوشتہ : ڈاکٹر جواد علی، عراق اکاڈمی، بغداد
ترجمہ : نثار احمد فاروقی، دہلی یونیورسٹی، دہلی ۶

(۱۰)

• گذشتہ سے پیوستہ •

الاعمش کی سند المنہال بن عمرو الاسدی الکوفی سے ملتی ہے جو انس بن مالک، سعید بن جبیر، مجاہد بن جبر، اور عبدالرحمن بن ابی لیلی (متوفی ۸۲ھ یا ۸۳ھ)[1] وغیرہ کوفے کے علمائے فقہ سے روایت کرتے ہیں اور موخر الذکر اُن لوگوں میں سے ہیں جنھوں نے ابن الاشعث کے ساتھ الحجاج کے خلاف علمِ بغاوت بلند کیا تھا۔[2]

کوفہ : مدرسہ ابن عباس | ابن جبیر کا کوفہ میں بہت اثر تھا، یہی حال ابن عباس کے سارے شاگردوں کا تھا چنانچہ یہ شہر جو عربیت اور اخبار و احادیث کے لئے مشہور تھا، علمِ تفسیر کے لئے بھی سب سے زیادہ معروف ہو گیا، خصوصاً وہ تفسیر جو ابن عباس کے طریقے سے متاثر تھی۔ اکیلے ابن جبیر کے شاگردوں ہی نے وہاں ایک علمی فضا پیدا کر دی تھی، پھر ابن عباس کے دوسرے تلامذہ کا تو کہنا ہی کیا۔ چناں چہ بہت جلد کوفے میں مفسروں کا ایک ایسا طبقہ پیدا ہو گیا جس کی طرف خلافت کے گوشے گوشے سے لوگ کھنچ کر آتے تھے، حتّٰی کہ اس دارالخلافہ

[1] "عبدالرحمن بن ابی لیلی الانصاری کوفے کے فقیہ تھے" الشذرات ۱/۹۲ - تہذیب التہذیب ۶/۲۶۱ - تذکرۃ الحفاظ ۱/۵۰ - [2] تذکرۃ الحفاظ ۱/۵۵-

(بغداد) سے بھی جسے اُس کے بانی المنصور نے چاہا تھا کہ اِس شہر پر فوقیت لے جائے جس کا سیاسی مزاج المفید اور عباسیوں کو پسند نہ تھا۔

کوفیوں نے حجاج کے ہاتھوں بہت سخت مظالم برداشت کئے اس نے وہاں سے اُن علماء کو جلا وطن کردیا جو ابن الاشعث کی تحریک سے وابستہ تھے۔ ان میں ابن جبیر اور اُن کے تلامذہ بھی شامل تھے۔ لیکن یہ تحریک کامیاب نہ ہوسکی اور اسے شکست کا منہ دیکھنا پڑا۔ آخر اُس نے ابن جبیر کے قتل کا حکم دے دیا، ان کے علاوہ فقہا، قرّاء، محدثین ومفسرین کی ایک جماعت کو گردن زدنی قرار دیا۔ یہ تحریک فی الحقیقت ان افسوسناک بدبختیوں میں سے ایک تھی جو علم پر نازل ہوئیں۔ اور اُن اندوہ آگیں شکستوں میں سے تھی عراق میں ثقافت کی تاریخ کو جن کا سامنا کرنا پڑا اس نے نہ صرف اہلِ علم کی آزادیٔ رائے کو متاثر کیا بلکہ علمی فضا کو ان سیاسی رقابتوں کے آگے سرنگوں کردیا۔ جن کے سامنے کوئی واضح نصب العین یا مقصد نہیں تھا۔

مجاہد بن جبر | مدرسۂ ابن عباس کے شاگردوں میں ایک مجاہد بن جبر ابو الحجاج المکی[1] (متوفی ما بین ۱۰۰ھ و ۱۰۴ھ) تھے، یہ ایک طویل مدت تک ان سے وابستہ رہے اور ابنِ عباس کے سامنے تین مرتبہ شروع سے آخر تک قرآن کی قرأت کی، اس طرح کہ ہر آیت کے بعد ٹھہر جاتے اور اُن سے اس آیت کے وقتِ نزول اور اسبابِ نزول وغیرہ کے بارے میں سوالات کرتے اور جو جوابات ملتے انھیں ذہن نشین کرلیتے، پھر انھیں مدوّن کرتے۔ یہاں تک کہ ان کی تفسیر تیار ہوگئی، اس تفسیر کی بہت تعریف کی گئی ہے اور یہ کہا جاتا ہے کہ وہ علمِ تفسیر کے سب سے زیادہ جاننے والے تھے۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ انھوں نے تفسیر میں جو کچھ ابنِ عباس سے اخذ کیا تھا اس میں وہ بھی اضافہ کرلیا جو انھیں صحیفۂ جابر سے حاصل ہوا تھا یا جو کچھ انھوں نے اہلِ کتاب سے سیکھا تھا۔[2]

---

[1] تذکرۃ الحفاظ ۱/۸۶ - تفسیر الطبری ۱/۳۱ - المذاہب الاسلامیہ/۷۳ - ابن سعد: الطبقات الکبری ۵/۳۴۴

SCHWALLY VOL 2 P 167

[2] ابن ابی ملیکہ سے روایت ہے، انھوں نے کہا: میں نے مجاہد کو دیکھا کہ وہ تفسیر قرآن کے بارے میں ابن عباس سے سوالات کرتے تھے اور اُن کے ساتھ تختیاں ہوتی تھیں۔ اور ابن عباس ان سے کہتے تھے: "لکھو۔" کہا کہ اسی طرح انھوں نے ساری تفسیر لکھ ڈالی۔" تفسیر الطبری ۱/۳۱ (قاہرہ ۱۳۲۳ھ مطبع بولاق)

"مجاہد سے روایت ہے، انھوں نے کہا: میں نے قرآن کو تین بار ابن عباس کے سامنے پڑھا، الفاتحہ سے خاتمہ تک۔ اس کی ہر آیت پر رُک جاتا تھا اور ان سے سوال کرتا تھا۔" الشذرات ۱/۱۲۵

بظاہر انھوں نے تفسیر میں ایک کتاب چھوڑی جس کی روایت کی اجازت مفسروں کی ایک جماعت کو دی۔ جس میں حمید بن قیس اور ابن ابی نجیح بھی ہیں[1]، ان سے ابو روق اور عیسیٰ بن میمون[1] نے نقل کیا، اسی طرح ان سے عطاء اور عکرمہ اور ابن عون، عمرو بن دینار، ابو اسحٰق السبیعی، قتادہ، الاعمش وغیرہ نے اخذ کیا۔ الطبری کی سند ان سے اور ان کے استاذوں سے اس طرح مل جاتی ہے: سفیان بن وکیع عن وکیع عن خصیف بن عبد الرحمٰن الجزری۔ ابی عون المحضرمی الجرانی۔ جس سے مجاہد، عکرمہ، عطاء اور سعید بن جبیر نے روایت کیا ہے۔[2]

ان حضرات میں سے ہر شخص بذات خود حدیث، تفسیر اور فقہ کا ایک اسکول تھا۔ چنانچہ عطاء بن ابی رباح (متوفی ۱۱۴ھ یا ۱۱۵ھ)[3] جو ابن عباس کے شاگرد اور مکہ کے مفتی و محدث تھے، اُن سے مشہور فقیہوں اور محدثوں کی ایک جماعت نے علم حاصل کر کے چار دانگِ عالم میں پھیلایا، ان میں سے کچھ نے اس علم کی حجاز میں اشاعت کی، کچھ یہ سرمایہ یمن تک لے گئے، اور بعضوں نے عراق و شام میں اپنا فیض جاری کیا۔ بہرحال اتنا سمجھ لینا کافی ہے کہ علماء کی اس جماعت میں ابن جریج بھی تھے۔ اور الاوزاعی جیسے شام کے فقیہ بھی، جنھوں نے علمِ فقہ میں بعض اہم نظریات کی اشاعت کی، ان کے بارے میں مستشرقین کا کہنا ہے کہ وہ رومی قانون اور اسلامی فقہ کے درمیان حلقۂ وصل کی حیثیت رکھتے ہیں۔ انھیں میں فقہ کے مشہور مسلک کے امام ابوحنیفہ بھی تھے جو فقہ روایا

---

[1] حمید بن قیس الاعرج المکی ابوصفوان الفقاری الاسدی (نسبت ولایت) ۱۳۰ھ میں انتقال کیا۔ (تہذیب التہذیب ۲/۴۶)
عبداللہ بن ابی نجیح المکی مفسر تھے اور مجاہد کے دوست تھے یہ بنی مخزوم کے مولا تھے ۱۳۱ھ میں انتقال ہوا۔ (الشذرات ۱/۱۸۴)
"سفیان، ابن ابی نجیح کی تفسیر کی صحت کیا کرتے تھے"۔ "یحییٰ بن سعید نے کہا کہ ابن ابی نجیح نے مجاہد سے تفسیر کی سماعت نہیں کی تھی"۔ "القطان نے کہا: انھوں نے مجاہد سے پوری تفسیر کی سماعت نہیں کی بلکہ القاسم بن ابی بزہ سے مکمل سماعت کی تھی۔ وہ القاسم بن ابی بزہ کی کتاب تفسیر (بروایت مجاہد) میں ابن جریج کے مثل ہیں، کہ ان دونوں نے مجاہد سے غیر سماعی روایت کی ہے"۔
تہذیب التہذیب ۶/۵۴۔ ابو روق عطیہ بن الحارث الہمدانی الکوفی صاحبِ تفسیر تھے۔
عیسیٰ بن میمون الجرشی المکی ابوموسیٰ معروف بابن دایہ بھی صاحبِ تفسیر تھے۔ تہذیب التہذیب ۸/۲۳۵

[2] تذکرۃ الحفاظ ۱/۱۸۶۔ [3] ابن سعد: الطبقات الکبریٰ ج ۲ قسم ۲/۱۲۳۔ جلد ۵/۳۴۴-۳۳۶۔ تذکرۃ الحفاظ ۱/۹۲۔ الشذرات ۱/۱۴۷۔

اور استحسان مانتے اور قیاس میں اہلِ عراق کے نظریات کی نمائندگی کرتے ہیں۔ نیز جریر بن حازم[1] (متوفی ۱۷۰ھ) بصرہ کے مشہور عالم اور محدث بھی، جو وھب بن جریر بن حازم (متوفی ۲۰۶ھ)[2] کے والد ہیں جن سے ابو خیثمہ، اور اُن کے بیٹے ابن ابی خیثمہ نے، جو مشہور مؤرخ ہیں۔ اور تاریخ کی اہم کتابوں کے مؤلف ہیں اور البلاذری[3]، الطبری[4] وغیرہ مؤرخین نے کثرت سے تاریخی اقوال و روایات نقل کی ہیں۔

عکرمہ | عکرمہ (متوفی مابین ۱۰۵ھ و ۱۱۰ھ) کے تبحرِ علمی کی بہت تعریف کی گئی ہے[5] اور یہ کہا جاتا ہے کہ وہ "تفسیر کے سب سے زیادہ جاننے والے" تھے۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ انھوں نے کہا میں نے چالیس سال تک علم حاصل کیا تھا، ابن عباس قرآن و سنت کی تعلیم حاصل کرنے کے لئے میرے پیروں میں بیڑی ڈال دیا کرتے تھے[6]۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ ابوالشعثاء ان کے بارے میں کہا کرتے تھے: "یہ ابنِ عباس کے مولیٰ عکرمہ ہیں، یہ سب سے بڑے عالم ہیں…" اسی طرح الشعبی کا قول بتایا جاتا ہے "عکرمہ سے زیادہ کتاب اللہ کا جاننے والا اب کوئی باقی نہیں رہا[7]" لیکن یہ اقوال یقیناً مبالغے سے خالی نہیں ہیں، یہ اسی طرح کے ریمارک ہیں جیسے رجال احادیث یا ابن عباس کے دوسرے شاگردوں کے سلسلے میں بکثرت کتابوں میں مل جاتے ہیں۔ اسی طرح کی عبارتیں اور بھی کچھ لوگوں کی تعریف میں آئی ہیں، چنانچہ الشعبی جن راویوں سے خوش ہوتا ہے انھیں اسی میزان میں تولتا ہے۔ ایسی مدح سرائیاں تراجم رجال اور طبقات کی کتابوں میں کثرت سے ملیں گی۔ ان سب کے باوجود وہ (عکرمہ) اتہام سے بچ نہیں سکے، اور متہم کرنے والوں میں بیشتر ابن عباس ہی کے گروہ سے تعلق رکھتے ہیں، انھوں نے عکرمہ پر "کذب" کا الزام لگایا ہے[8]

---

[1] تذکرۃ الحفاظ ۱/۱۸۶ - تہذیب التہذیب ۲/۶۹ وبعد۔ [2] تذکرۃ الحفاظ ۱/۳۰۷ - الشذرات ۱/۱۶ ان کا نام تاریخ الطبری میں ۲۴ جگہ آیا ہے۔ [3] انساب الاشراف جلد ۴ القسم الثانی۔ وھب بن جریر کا نام اس کتاب میں متعدد مقامات پر آیا ہے۔ ملاحظہ ہو "فہرست الاعلام" ص ۳۰ اور جلد ۵/۴۲۸ (فہرست اعلام)

[4] فہرست تاریخ الطبری/۶۳۰۔ [5] ابن سعد: الطبقات الکبریٰ ۵/۲۱۲ وبعد۔ تذکرۃ الحفاظ ۱/۸۹

[6] تذکرۃ الحفاظ ۱/۹۰ - ابن سعد: الطبقات ۲ قسم ۲/۱۳۳ و ۵/۲۱۲ "ابن عباس میرے پیروں میں بیڑی ڈال دیتے تھے اور مجھے قرآن و سنت کی تعلیم دیا کرتے تھے۔" [7] تذکرۃ الحفاظ ۱/۹۰ - الشذرات ۱/۱۳۰۔

[8] SCHWALLY VOL 2 P 167

اور یہ بھی کہا ہے کہ وہ ابن عباس سے اپنے تعلق کا اظہار کرنے میں مبالغہ کرتا ہے[1] فی الواقع اتہام کا یہ انداز بھی بڑا روایتی سا ہے، اکثر قرائن سے یہ اندازہ ہوتا ہے کہ اس جرح و نقد کے معاملے میں تنقید کرنے والے بھی لازماً صحیح نہیں ہوتے، اس طرح کی تنقیدیں کرتے ہوئے وہ انھیں بشری کمزوریوں سے متاثر ہو جاتے ہیں جن سے انسان کو کسی حال میں مفر نہیں ہے۔ رہا ان کا عبداللہ بن عباس کی اہانت کا واقعہ - اس کا سبب دونوں کے تعلقات کی کشیدگی تھا، حتیٰ کہ علی بن عباس نے انھیں بازار میں لے جا کر بیچ ڈالا تھا۔ بعد میں وہ نادم ہوئے اور انھیں آزاد کرایا[2]

عکرمہ نے بہت سے مقامات کی سیاحت کی تھی۔ چنانچہ وہ بصرہ گئے، جہاں انھوں نے حدیث کا درس دیا۔ اور علماء کی ایک جماعت تیار کر کے چھوڑی۔ پھر سمرقند گئے۔ یہاں ان کا حال ایسا خراب ہوا کہ پھوٹی کوڑی تک پاس نہ تھی۔ ان سے جو احادیث روایت کی گئی ہیں اُن میں اکثر ابن عباس کی طرف راجع ہوتی ہیں، اور الطبری نے اپنی تاریخ میں شامل کیا ہے۔ اس نے اپنے مشائخ سے حاصل کیا تھا اُن میں: احمد بن ابی خیثمہ زہیر بن حرب بن شداد (متوفی ۲۹۹ھ) بھی ہیں[3] جو محدثین و مؤرخین میں شمار ہوتے ہیں۔ انھوں نے تاریخ میں ایک کتاب تصنیف کی جس کے اسناد میں طریقہ اہل حدیث کا اتباع کیا ہے، یعنی وہی طریقہ جس کی پیروی الطبری کرتا ہے۔ مؤرخوں نے اس کتاب کی بہت تعریف کی ہے۔ بظاہر یہ ابتدائے آفرینش سے اس کے عہد تک کی عام تاریخ ہے۔

---

[1] المذاہب الاسلامیہ/۷۴ - یاقوت: الارشاد ۶۲/۵

"عبداللہ بن ابی الحارث نے کہا: میں علی بن عبداللہ بن عباس کے پاس گیا تو دیکھا کہ عکرمہ دروازے کے پاس گھجے پر رسّی سے بندھے پڑے ہیں۔ میں نے کہا: تم اپنے مولیٰ کے ساتھ یہ کیا کر رہے ہو؟ انھوں نے کہا: یہ شخص میرے باپ کے نام سے جھوٹ شائع کرتا ہے۔" ابن خلکان ۴۰۲/۱ "ان کے بارے میں کچھ لوگوں کا خیال ہے کہ یہ خوارج کے ہم خیال تھے"

[2] ابن سعد: الطبقات الکبریٰ ۲۱۲/۵ - ابن خلکان: وفیات الاعیان ۴۰۲/۱ یاقوت: الارشاد ۶۳/۵

[3] یہ ۲۰۲ھ میں پیدا ہوئے۔ تذکرۃ الحفاظ ۱۵۶/۲ - لسان المیزان ۱۷۴/۱ - ارشاد الاریب ۱۲۸/۱ تاریخ بغداد ۱۶۲/۴ - الفہرست/۳۲۱ - ان کی کتابوں میں ایک کتاب اخبار الشعراء بھی ہے نیز کتاب المستعمین من الاعراب الشذرات ۸۰/۲ - ان کے والد ابو خیثمہ زہیر بن حرب الشیبانی ۲۳۴ھ میں مرے۔ ان کی بھی کئی تصانیف ہیں۔

وہ بغیر اسناد کے اس کی روایت نہیں کرتے تھے۔ ان سے شیوخ کی ایک بڑی جماعت نے اخبار و احادیث کی سماعت کی، لیکن یہ کسی کو اپنی روایت نہیں دیتے تھے جب تک وہ ان کے سامنے قرأت کر کے اجازت نہ حاصل کر لیتا تھا۔

ابن ابی خیثمہ ابن ابی خیثمہ نے حدیث کا علم اپنے باپ زھیر بن حرب[1] اور مشہور محدث یحیی بن معین اور احمد بن حنبل سے اخذ کیا تھا۔ علم الانساب میں وہ مشہور شاعر، راوی، ادیب اور محدث مصعب بن عبد اللہ ابن الزبیر (متوفی ۲۳۳ھ) کا شاگرد رہے جو علم نسب میں کئی کتابوں کے مؤلف ہیں مثلاً النسب الکبیر اور کتاب نسب قریش[2] وغیرہ۔ یہ اس خاندان کے فرد ہیں جو اخبار، نسب اور مغازی میں خصوصی مہارت کے لئے معروف تھا۔ نیز یہ چچا ہیں الزبیر بن بکار ابی عبد اللہ الزبیری کے، جنھوں نے ۲۵۶ھ میں مکہ میں وفات پائی اور اخبار وانساب و ادب میں متعدد کتابوں کے مصنف ہیں جن کا ذکر ابن الندیم[3] نے اپنی الفہرست میں کیا ہے۔ اس کے علاوہ (ابن ابی خیثمہ نے) ادب کی تعلیم مشہور ادیب ابن سلام الجمحی[4] سے اور ایام الناس کا علم ابو الحسن علی بن محمد المدائنی (متوفی ۲۱۵ھ یا ۲۲۵ھ) سے اخذ کیا جو مشہور مورخ ہے اور اکثر تاریخ نگاروں نے اس پر اعتماد کیا ہے۔ ابن ندیم نے اس کے مصنفات کا ذکر کیا ہے جو کثیر تعداد میں ہیں۔[5] ان پر ہم آئندہ گفتگو کریں گے۔

---

[1] انھوں نے ۲۳۴ھ میں وفات پائی۔ ان کی کتابوں میں: کتاب المسند اور کتاب العلم ہیں۔ الفہرست/۳۲۱ تاریخ طبری میں ان کا نام ۳۲ سے زیادہ مقامات پر آیا ہے۔ اگرچہ وہاں "زھیر بن حرب بن شداد الحرشی ابو خیثمہ" آتا ہے۔ یہ ۱۶۰ھ میں پیدا ہوئے تھے۔ تہذیب التہذیب ۳/۳۴۲ وبعد۔ [2] الفہرست/۱۶۰ - ابن خلکان: الوفیات رقم ۲۶۶ - ۲۶۷ - ۴۲۷ - BROCKLEMANN : SUPPL. VOL I P 212

[3] الفہرست/۱۶۰ - ۱۶۱ - الخطیب البغدادی: تاریخ بغداد ۸/۴۶۷ - ۴۷۱ - یاقوت: ارشاد الادیب ۴/۲۱۸ - تذکرۃ الحفاظ ۲/۹۹ - الیافعی: المرآۃ ۲/۱۶۷ "صاحب الفہرست نے ان کی ۳۳ کتابوں کا ذکر کیا ہے"۔ جرجی زیدان: تاریخ آداب اللغۃ العربیہ ۲/۱۹۴ - ابن خلکان: وفیات الاعیان ۱/۱۸۹ - ان کی بعض کتابیں کتب خانوں میں مل جاتی ہیں۔

[4] الارشاد ۱/۱۲۸ - ابو عبد اللہ محمد بن سلام الجمحی البصری متوفی ۲۳۲ھ - زیدان ۲/۱۰۸ - الفہرست/۱۶۵ - [5] الفہرست/۱۴۷ -

ابن ابی خیثمہ نے اپنے شیخ موسیٰ بن اسماعیل التبوذکی المنقری البصری[1] (متوفی ۲۲۳ھ) سے اخذ کیا جو محدث داؤد بن بکر ابن ابی الفرات[2] کے شاگردوں میں سے ہیں اور یہ علباء بن احمر الیشکری البصری[3] کے راویوں میں سے تھے جنھوں نے اپنے باپ احمر بن جزء الیشکری[4] اور عکرمہ سے بروایت ابن عباس نقل کیا ہے۔

احمد بن زھیر کے والد زھیر بن حرب بن شداد[5] (متوفی ۲۳۴ھ) مشاہیر محدثین میں سے تھے۔ نیز ان کا شمار مؤرخین اور اصحابِ علم و اخبار میں بھی کیا جاتا ہے۔ یہ بھی ان لوگوں میں سے ہیں جن پر احمد بن یحییٰ بن جابر البلاذری نے اپنی کتاب انساب الاشراف[6] میں اعتماد کیا ہے۔ البلاذری کے ہاں زھیر کی سند وھب بن جریر بن حازم کے واسطے سے ہے جس پر ہم پہلے گفتگو کر چکے ہیں۔

ابوکریب | الطبری نے اپنی عکرمہ والی سند کوفے کے عالموں میں سے ایک عالم سے اخذ کی ہے جس کا نام تاریخ طبری کے اس حصے میں کثرت سے آیا ہے، میری مراد محمد بن العلاء بن کریب الکوفی الحافظ ابوکریب (متوفی ۲۴۷ھ یا ۲۴۸ھ) سے ہے[7] جو اپنے زمانے میں کوفے کے اہلِ حدیث و اہلِ اخبار کے سرگردہ سمجھے جاتے تھے، محدثین ان سے اخذِ روایت کے لئے دور دور سے آتے تھے۔ الطبری بھی جب کوفے پہنچا ہے تو طالبینِ علم کی ایک جماعت کے ساتھ ان کی خدمت میں حاضر ہوا تھا۔ جب ابوکریب نے الطبری کی علمی صلاحیت کا اندازہ کرلیا تو اسے روایت کی اجازت دے دی تھی۔ اس کی اسناد کا سلسلہ اور بھی کئی محدثوں سے ملتا ہے جو اس کے ہم عصر تھے مثلاً: ابومعاویہ الضریر، الاعمش، عثمان بن سعید، بشر بن عمارہ، یحییٰ بن یعلی المحاربی، یحییٰ بن عیسیٰ وغیرہ۔ ان لوگوں نے اُسے اپنے شیوخ کی سند سے روایت کرنے کی اجازت دے دی تھی، جن میں یہ حضرات ہیں: اسرائیل بن یونس بن ابی اسحٰق السبیعی الہمدانی ابو یوسف الکوفی (متوفی ۱۶۰ھ یا اس سے ایک دو سال بعد)[9] جو مشہور محدثوں میں شمار

---

[1] تذکرۃ الحفاظ ۱/۳۵۷۔ [2] تہذیب التہذیب ۳/۱۸۰۔ [3] تہذیب التہذیب ۷/۲۷۳۔ [4] انھیں احمد بن سواء بن جزء بھی کہا جاتا ہے نیز ابن شہاب بن جزء، ابن ثعلبہ بھی کہلاتے ہیں (تہذیب التہذیب ۱/۱۹۰) [5] تہذیب التہذیب ۳/۳۴۲-۳۴۳۔ [6] انساب الاشراف (مطبع عبرانی یونیورسٹی یروشلم) دوسرا حصہ، چوتھا جز۔ صفحات ۲۳-۴۲-۴۵-۵۸-۸۸-۱۱۶-۱۱۷-۱۱۸-۱۱۹-جلد ۵/۱۰۱-۱۵۵-۱۵۶-۱۵۷-۲۵۰-۲۷۱-۳۰۳-۳۳۲-۳۳۳۔ [7] تہذیب التہذیب ۹/۳۸۵-۲۱۲۔ [8] ان کا نام تاریخ طبری میں بکثرت وارد ہوا ہے۔
[9] تہذیب التہذیب ۱/۲۶۱۔

ہوتے ہیں، انھوں نے اپنے دادا ابو اسحٰق السبیعی سے روایت کی ہے۔ اور سماک بن حرب[1] بن خالد الذہلی البکری ابو المغیرۃ الکوفی (متوفی ۱۲۳ھ) یہ کوفہ کے اُن رواۃ میں سے ہیں جنھوں نے عکرمہ سے تفسیر اخذ کی تھی، یہ شعر اور ایام الناس کے علماء میں بھی شمار ہوتے ہیں۔ ان کی سند عکرمہ سے ملتی ہے اور عکرمہ کی ابن عباس سے۔

تاریخ طبری کے قسم اول کی اضافی روایتوں میں اور بھی متعدد روایات ہیں جنھیں الطبری نے ابو کریب سے اُن کے مختلف شیوخ کی سند سے اخذ کیا ہے[2] الطبری اُن سب کے نام دیتا ہے اور اُن کی اسناد ابن عباس سے روایت کرنے والے رجال تک پہنچتی ہیں۔ اُس حصے کی متعدد روایات میں جگہ جگہ ابو کریب کا نام آنا یہ ظاہر کرتا ہے کہ وہ اس طرح کے اخبار کی طرف خصوصی رغبت رکھتے تھے۔

ابو صالح باذام | ابن عباس کے تلامذہ میں تفسیر سے گہرا شغف رکھنے والے ایک ابو صالح باذان ہیں۔ انھیں باذام مولی ام ھانی بنت ابی طالب بھی کہا جاتا ہے۔ یہ بچوں کو پڑھایا کرتے تھے اور تفسیر سے دلچسپی تھی انھوں نے تفسیر میں ایک کتاب بھی تالیف کی تھی جس میں ابن عباس کی روایات تھیں، اُن سے محمد بن السائب الکلبی نے روایت کیا جو خود بھی مفسر تھا۔ ابو صالح سے الاعمش، اسماعیل السدی، اسماعیل بن ابی خالد، عاصم، ابو قلابہ، سفیان الثوری، سماک بن حرب[3] وغیرہ نے روایت کی ہے۔ یہ اس طبقہ کے لوگ ہیں جو حدیث تفسیر اور روایت اخبار میں منہمک رہتا تھا۔

الحارث بن محمد | الطبری نے ابو صالح کی کچھ روایات ابن عباس کے سلسلہ سند سے پیش کی ہیں۔ غالب امکان ہے کہ یہ اس نے اپنے شیخ الحارث بن محمد بن ابی اسامہ التیمی (متوفی ۲۸۲ھ) صاحب المسند کے طریق سے لی ہوں گی جو حدیث کے حفاظ میں سے تھے اور انھوں نے یزید بن ہارون، علی بن عاصم، عمر بن شبۃ البصری ابن سعد، الواقدی، ابن المدائنی، القعنبی، ھدبہ وغیرہ محدثوں اور مؤرخوں سے سماعت کی تھی[4] الحارث بن محمد کا نام بھی الطبری کے ہاں بکثرت آیا ہے۔ اور اُن کے اکثر اخبار الطبقات کے مشہور

---

[1] تہذیب التہذیب ۴/۲۳۲۔ [2] الطبری: تاریخ ۱/۹۴، ۱۴۲، ۱۸۵، ۲۳۳۔

[3] ابن سعد: الطبقات ۶/۲۰۷، تہذیب التہذیب ۱/۴۱۶، المعارف/۲۱۰۔

[4] میزان الاعتدال ۱/۲۰۲، تاریخ بغداد ۸/۲۱۸، تذکرۃ ۲/۱۷۶۔

مؤلف ابن سعد سے بواسطہ ہشام بن محمد بن السائب الکلبی (عن ابیہ عن ابی صالح باذام عن ابن عباس) نقل ہوئے ہیں[1] کبھی وہ : "مجاھد بن جبر عن الحسن عن ورقاء عن ابن ابی نجیح عن مجاھد"[2] کی سند سے' یا ——
"عبدالعزیز عن سفیان عن رجل آخر عن مجاھد"[3] کے طریق سے بھی اخذ کرتا ہے۔

اوپر ہم نے جن علوم کا بیان کیا ان میں کوفہ نمایاں شہرت کا مقام بن گیا تھا۔ اور تاریخ الطبری کا اس سے گہرا تعلق ہے۔ کوفہ کے مفسروں میں دو عالم السدی اور الکلبی بہت مشہور ہوئے، ان دونوں نے تفسیریں لکھی تھیں، اور دونوں ہی علماء کی نظروں میں مشکوک رہے ہیں، چنانچہ ان کے بارے میں یہ قول مشہور ہے کہ "کوفے میں دو جھوٹے تھے : السدی اور الکلبی"[4] لیکن اس خبرداری کے باوجود الطبری نے اپنی تفسیر میں اور تاریخ میں ان کے کچھ اقوال شامل کئے ہیں اور شبہات کے مواقع نظرانداز کر دیئے ہیں۔ شاید اس کا عذر یہ رہا ہو گا کہ اس نے ان کے وہ اقوال نقل نہیں کیے جن کا تعلق احکام سے ہے۔ لیکن حقیقت میں الطبری اس قسم کے تصرفات میں یکہ وتنہا ہی ہے چنانچہ اس نے سیف کی جعلی کتاب کو الواقدی پر محض اس لئے ترجیح دیدی ہے کہ محدثوں نے الواقدی کو مشتبہ قرار دیا ہے[5]

السدی | السدی الکبیر یعنی اسماعیل بن عبدالرحمٰن بن ابی کریمہ ابو محمد القرشی الکوفی الاعور (متوفی ۱۲۷ھ) تفسیر قرآن کے وسیع علم کے لئے مشہور ہے' وہ اُن تین مفسروں میں سے ایک ہے جو شہر کوفہ کے نامور مفسر سمجھے جاتے ہیں یعنی الشعبی، محمد بن السائب الکلبی اور وہ خود۔ اصحاب حدیث واخبار نے اس کے بارے میں مختلف رائیں ظاہر کی ہیں۔ چنانچہ ایک اسے کمزور ثابت کرتا ہے اور کہتا ہے : اس سے اخذ کرنا مناسب نہیں، دوسرا اس کی حمایت کرتا ہے اور کہتا ہے کہ "وہ ثقہ ہے، سچا ہے، امین ہے اور الشعبی سے زیادہ قرآن کا علم رکھنے والا ہے"۔ الطبری پہلے گروہ سے تعلق رکھتا ہے۔ اس کا یہ قول بیان کیا جاتا ہے کہ "حدیث میں اس کی حجت تسلیم نہیں کی جاتی"[6]

---

[1] الطبری ۱/۶۰، ۶۱، ۶۶، ۶۷۔ [2] الطبری ۱/۱۶۸۔ [3] الطبری ۱/۱۸۱۔ [4] تہذیب التہذیب ۱/۳۱۴
[5] دائرۃ المعارف الاسلامیہ/ ۴۹۳ (ترجمہ عربی) مادہ "تاریخ"
[6] تہذیب التہذیب ۱/۳۱۱، لسان المیزان ۱/۸۲۔ السمعانی : الانساب ورق ۲۹۴ ب۔ الذریعہ الی تصانیف الشیعہ۔ مصنفہ محمد حسن المعروف بہ آغا بزرگ طہرانی ۴/۲۷۶۔ تاریخ بغداد ۲/۲۹۳۔

لیکن اس کے باوجود اس نے اور ابن ابی حاتم وغیرہ نے اپنی تفسیروں میں السدی کی تفسیر سے متفرق سورتوں کی تشریح میں اسباط بن نصر[1] عن السدی کے طریق سے روایات کا اخراج کیا ہے۔

اسباط بن نصر الہمدانی ابویوسف یا ابونصر، السدی کا راویٔ اول شمار ہوتا ہے۔ وہ خود بھی کوفے کے ان رواۃ میں سے مشہور شخصیت ہے جو ناقدوں کی تنقید سے بچ نہیں سکی ہے۔ السدی کی بہت سی روایتیں تاریخ طبری میں اسی کے طریق سے آئی ہیں، یہ اسرائیلیات میں ہیں۔ اس سے کوفہ اسکول کے بیشتر راویوں نے نقل کیا ہے مثلاً: احمد بن المفضل الحضری الکوفی، عمرو بن حماد القناد، ابو غسان النہدی، یونس بن بکیر اور عبداللہ بن صالح العجلی[2] نیز ان میں سب سے زیادہ سرگرم راوی عمرو بن حماد بن طلحہ[3] القناد ابو محمد الکوفی (متوفی ۲۲۲ھ) اور شیخ موسیٰ بن ھارون[4] الکوفی (متوفی ۲۹۴ھ) جو السدی کے اخبار کی سند الطبری تک پہنچاتے ہیں۔ انھیں میں ابراہیم بن الحکیم بن ظہر الفزاری ابو اسحٰق صاحب تفسیر السدی[5] ہیں۔ الطبری کے شیوخ میں ایک اور بھی ہے جو السدی کے اقوال نقل کرتا ہے، یعنی محمد بن الحسین جو احمد بن المفضل بن القرشی الاموی الکوفی الحضری (متوفی ۲۱۴ھ یا ۲۱۵ھ) کے رواۃ میں سے ہے۔ یہ اسباط، الثوری اور اسرائیل کا بھی راوی ہے۔ لیکن موسیٰ بن ھارون کو الطبری دوسروں پر السدی کے ان اقوال کی روایت کے معاملے میں ترجیح دیتا ہے جو اسی پر منقطع ہو جاتے ہیں اور گویا یہ السدی کی اپنی رائے ہوتی ہے، کبھی ان کا سلسلہ بڑھ کر ابن عباس سے مل جاتا ہے۔ یہاں یہ سند ایک اور سند سے مل جاتی ہے جو عبداللہ بن مسعود تک پہنچتی ہے، پھر اس کا یہ نہج ہوتا ہے:

"مجھ سے موسیٰ بن ہارون نے کہا کہ مجھ سے عمرو بن حماد نے بیان کیا کہ مجھے اسباط نے السدی سے روایت کیا اور وہ خبر انھیں ابو مالک اور ابو صالح سے انھیں ابن عباس سے پہنچی — اور مرۃ الہمدانی نے عبداللہ بن مسعود سے، انھوں نے اصحاب رسولؐ میں سے کچھ حضرات سے روایت کیا ...."[6] (باقی آئندہ)

---

[1] اعیان الشیعہ ۱۲/۱۴۔ [2] تہذیب التہذیب ۱/۲۱۱۔ لسان المیزان ۱/۸۲۔

[3] ابن سعد: الطبقات الکبریٰ ۶/۲۸۵ "صاحب تفسیر اسباط بن نصر"، تہذیب التہذیب ۸/۲۲۔

[4] تذکرۃ الحفاظ ۲/۲۱۷۔ [5] الطوسی: الفہرست ۴/۴

[6] الطبری: تاریخ ۱/۲۰، ۲۲، ۴۱، ۴۳، ۴۴، ۵۰، ۵۳، ۱۳۰، ۱۹۸، ۲۱۸، ۲۳۷، وغیرہ۔